۞۞۞ تقریر ۞۞۞

تقریر بابت اصحاب مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

”میرے نور الدین کو“

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرۃ:187)

یعنی جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے

کیا ہی اچھا ہوتا اگر قوم کا ہر فرد نور الدین بن جائے۔ مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔

سامعین! ہر انسان اپنے نیک اعمال سے پہچانا جاتا ہے۔ مؤمن کی بعض ادائیں اُس کی پہچان بن جاتی ہیں جیسے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فعل بہت مبارک ثابت ہوا اور وہ تھا اپنے ربّ جلّ شانہٗ پر کامل توکّل۔ اللہ تعالیٰ کو آپؓ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ خدا تعالیٰ نے آپؓ کو ”میرے نور الدین“ اور بہت سے پیارے القابات سے یاد فرمایا۔ آج مَیں اپنی تقریر میں آپؓ کے توکّل علی اللہ کے چند واقعات اِس امید اور دعا کے ساتھ آپ بھائی بہنوں کے سامنے رکھنے جارہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپؓ کی اقتداء میں متوکّل علی اللہ بنائے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام توکّل علی اللہ کی اہمیت اور برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکّل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکّل کرے مَیں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 273)

سامعین! جہاں تک حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ کا تعلق ہے۔ آپؓ 1841ء کے قریب بھیرہ میں پیدا ہوئے جو برطانوی ہندوستان میں ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ ایک اندازہ یہ بھی ہے کہ آپ کی پیدائش 1834ء میں ہوئی ہوگی۔ اس اندازے کی بنیاد اس بات پر رکھی جاتی ہے کہ آپ کے کتبہ پر آپ کی عمر 80 برس تحریر ہے۔ آپ کے خاندان کی علم دوستی مسلّم و مشہور تھی اور اس ماحول، ابتدائی تربیت اور علمی اٹھان کا اندازہ آپ کے والد کی اس نصیحت سے بآسانی کیا جاسکتا ہے جب انہوں نے کہا:

”اتنی دور جا کر پڑھو کہ ہم میں سے کسی کے مرنے جینے سے ذرا بھی تعلق نہ رہے۔“

(مرقاۃ الیقین صفحہ 195)

آپؓ خود بتاتے ہیں کہ وہ پہلی دفعہ قریباً 12 سال کی عمر میں 1270 ہجری بمطابق 1853ء عیسوی میں لاہور شہر میں بطور طالب علم وارد ہوئے تھے۔ اس بیان سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بڑے بھائی سلطان احمد صاحب وہاں لاہور میں کابلی مَل کی حویلی میں قائم ایک پرنٹنگ پریس بنام مطبع قادریہ کے مالک تھے یا کسی کی شراکت داری میں یہ مطبع چلاتے تھے۔ لاہور پہنچ کر آپؓ کو خنّاق کا مرض ہوگیا اور آپ حکیم غلام دستگیر لاہوری ساکن سَیّد مٹھا بازار کے پاس زیر علاج رہے اور اسی موقع

پر آپؓ کے دل میں طب یونانی پڑھنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ گو آپ کا علم طب حاصل کرنے کا آغاز اُس وقت نہ ہو سکا کیونکہ آپ کے بھائی کے خیال میں فارسی زبان اور خوش خطی سیکھنا زیادہ موزوں تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو ایک ایسی فطرت عطا ہوئی تھی جو خدا تعالیٰ کی طرف جھکی ہوئی اور مادی اسباب پر بھروسہ کرنے سے سخت متنفّر تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ایک ایسے نادر وجود تھے جن کی عظیم المرتبت شخصیت میں دوسری متعدد صفات کی طرح توکّل علی اللہ کی شان بھی بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ آپؓ کی ذات پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل تھا کہ آپ نے نیک والدین کے ہاں جنم لیا۔ دونوں بے حد متوکّل اور عاشق قرآن تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ پس سعادت اور ایمان کا ایک وافر حصہ آپ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کا سلطان نصیر بنانا تھا۔ چنانچہ زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کے اندر دعا کی عادت اور توکّل جیسی صفت پیدا کرنے کے لیے آپ سے خاص سلوک فرمایا۔ ایک دفعہ کسی ضرورت کے پیش آنے پر آپؓ نے اپنے استاد سے پوچھا کہ کیا تدبیر کروں؟ جواب ملا کہ افسوس! اس مطلب کے حصول کے لیے میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے آپ کی راہ نمائی کرتے ہوئے آپ سے کہا کہ "ہمت سے کام لو اور دعا کرو۔" چنانچہ آپؓ نے ایسا ہی کیا اور آپؓ کا مقصد حل ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میری دعائیں عرش پر بھی سنی جاتی ہیں، میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔"

(حیاتِ نور صفحہ 627)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اپنی ایک جامع دعا کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"مَیں نے کسی روایت کے ذریعہ سنا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو وہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے۔ مَیں علوم کا اس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف و قوی روایتوں میں امتیاز کرتا۔ مَیں نے یہ دعا مانگی۔ "الٰہی! مَیں تو ہر وقت محتاج ہوں اب مَیں کون سی دعا مانگوں۔ پس مَیں یہی دعا مانگتا ہوں کہ مَیں جب ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر"۔ روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی۔"

(مرقاۃ الیقین)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"دھرم پال نے جب "ترکِ اسلام" کتاب لکھی تو اس سے بہت پہلے مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ "اگر کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت تجھ سے پوچھے اور وہ تجھ کو نہ آتی ہو اور پوچھنے والا منکرِ قرآن ہو تو ہم خود تم کو اس آیت کے متعلق علم دیں گے"۔ جب دھرم پال کی کتاب آئی اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس کے جواب کی توفیق دی۔ حروفِ مقطعات کے متعلق اعتراض تک پہنچ کر ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان مَیں نے صرف اتنا ہی خیال کیا کہ مولا! یہ منکرِ قرآن تو ہے گو میرے سامنے نہیں۔ یہ مقطعات پر سوال کرتا ہے۔ اسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا۔ جس کا ایک کرشمہ مَیں نے رسالہ نورالدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا ہے اور اس کو لکھ کر مَیں خود بھی حیران ہو گیا۔"

(مرقاۃ الیقین صفحہ 172-173)

سامعین! حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"ایک روز آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ) نے فرمایا کہ ایک احمدی فوجی انڈین آفیسر ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضور دعا فرمائیں کہ مَیں لڑائی میں بھی نہ جاؤں اور مجھے تمغہ بھی مل جائے۔ مَیں نے کہا کہ ہمیں تو آپ کے قواعد کا علم نہیں۔ معلوم نہیں تمغہ کس طرح ملا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ میڈل اسے ملتا ہے جو لڑائی میں جائے۔ مَیں نے کہا کہ پھر آپ کو بغیر لڑائی میں جانے کے کیونکر مل سکتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ حضور! دعا فرمائیں۔ ہم نے کہا کہ اچھا ہم دعا کریں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ آئے اور بتلایا کہ حضور کی دعا سے مجھے تمغہ مل گیا ہے اور دریافت کرنے پر بتلایا کہ میں base میں تھا کہ میرے نام حکم پہنچا کہ لڑائی کے میدان میں پہنچو۔ میں ڈرا مگر چل پڑا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا مگر وہ حد پار کر چکا تھا جس کے عبور کرنے پر ایک فوجی افسر تمغہ کا حقدار متصوّر ہوتا ہے کہ پھر حکم ملا کہ واپس چلے آؤ۔ صلح ہو گئی ہے اور لڑائی بند ہے۔ اس طرح حضور کی دعا سے مَیں لڑائی پر بھی نہیں گیا اور مجھے تمغہ بھی مل گیا۔" (اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 94)

محترم چوہدری غلام محمد صاحب بی اے کا بیان ہے کہ

"1909ء کے موسم برسات میں ایک دفعہ لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی جس سے قادیان کے بہت سے مکانات گر گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم نے قادیان سے باہر نئی کوٹھی تعمیر کی تھی وہ بھی گر گئی۔ آٹھویں یا نویں دن حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ مَیں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔ دعا کرنے کے بعد آپؓ نے فرمایا کہ مَیں نے آج وہ دعا کی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی۔ دعا کے وقت بارش بہت زور سے ہو رہی تھی۔ اس کے بعد بارش بند ہو گئی اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔"

(حیات نور صفحہ 440-441)

سامعین! حدیث ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ پر توکّل کرے جیسا کہ توکّل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح رزق دے گا جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں غیب سے آپؓ کو رزق عطا فرمایا۔ بلکہ بارہا آپؓ نے کسی چیز کی خواہش کی اور خدا تعالیٰ نے وہ بھی پوری فرمادی۔

آئیں! اب کچھ واقعات توکّل علی اللہ پر بیان ہو جائیں۔ حضرت حکیم محمد صدیق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ

"ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے اور کہیں دور نکل گئے کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے سخت ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا نورالدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے میں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی۔ ٹھہرو! ٹھہرو! جب دیکھا تو دو شُتر سوار تیزی کے ساتھ آرہے تھے جب پاس آئے تو انہوں نے کہا ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی بہت ہے آپ کھالیں چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا۔" فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا کیا کوئی بادشاہ بھی یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔"

(حیات نور صفحہ 167)

سامعین! اسی طرح ایک اور واقعہ جس سے آپؓ کا خدا تعالیٰ پر توکّل کا پتہ چلتا ہے یہ واقعہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ مَیں اچھے استاد کی تلاش میں وطن سے دور چلا گیا تین دن کا بھوکا تھا مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔ مغرب کے وقت ایک مسجد میں چلا گیا مگر وہاں کسی نے مجھے نہیں پوچھا اور نماز پڑھ کر سب چلے گئے۔ جب مَیں اکیلا تھا تو باہر سے آواز آئی نورالدین، نورالدین یہ کھانا آکر جلد پکڑ لو۔ مَیں گیا تو ایک مجمع میں بڑا پُر تکلف کھانا تھا مَیں نے پکڑ لیا۔ مَیں نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا کیونکہ مجھے علم تھا کہ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ مَیں نے خوب کھایا اور پھر برتن مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ کھونٹی پر لٹکا دیا۔ جب مَیں آٹھ دس دن کے بعد واپس آیا تو وہ برتن وہیں آویزاں تھا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ کھانا گاؤں کے کسی آدمی نے نہیں بھجوایا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ہی بھجوایا تھا۔"

(حیات نور صفحہ 24-25)

توکّل کے صحیح مقام پر جو لوگ ہوتے ہیں وہ کسی سے منہ سے مانگتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی توجہ اس طرف پھیر دیتا ہے اور انتظام کر دیتا ہے لیکن وہ خود جن کو اللہ پہ توکّل ہوتا ہے وہ خود کسی کے پاس نہیں جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے خود بھیجتا ہے۔ تو یہ توکّل کا بہت اعلیٰ مقام ہے جو آپ کو حاصل تھا۔

محترم چوہدری غلام محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ایک شاگرد کی روایت بیان کرتے ہیں کہ اس نے بتایا:

"ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ) کشمیر سے راولپنڈی کے راستہ سے واپس آرہے تھے کہ دوران سفر میں روپیہ ختم ہو گیا۔ مَیں نے اس بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ گھوڑی چار پانچ صد روپیہ میں بیچ دیں گے فوراً بِک جائے گی اور خرچ کے لیے روپیہ کافی ہو جائے گا۔ آپ نے وہ گھوڑی سات سو روپیہ میں خریدی تھی۔ تھوڑی دور ہی گئے کہ گھوڑی کو درد قولنج ہوا اور راولپنڈی پہنچ کر وہ مر گئی۔ ٹانگے والوں کو کرایہ دینا تھا۔ آپ ٹہل رہے تھے۔ مَیں نے عرض کی۔ ٹانگہ والے کرایہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے نہایت رنج کے لہجہ میں فرمایا کہ نورالدین کا خدا تو وہ مرا پڑا ہے۔ اب اپنے اصل خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں وہی کارساز ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سکھ اپنے بوڑھے بیمار باپ کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھا اس نے ہمیں اتنی رقم دے دی کہ جموں تک کے اخراجات کے لیے کافی ہو گئی۔"

(حیات نور صفحہ 168-169)

ایک مرتبہ آپ اپنے ایک بھتیجے کو ساتھ لے کر بھیرہ سے جموں جانے لگے تو آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا اس لیے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لیں لیکن پھر ایسا کرنے سے طبیعت میں انقباض پیدا ہو گیا اور آپ خالی جیب ہی گھر سے چل دیے۔ پہلا پڑاؤ لاہور میں تھا۔ وہاں سے بذریعہ ریل وزیر آباد اور پھر بذریعہ یکّہ جمّوں تشریف لے گئے۔ اس سارے سفر کے دوران خدا تعالیٰ نے اس طرح اپنے متوکّل بندے کا خیال رکھا اور ایسے اعجازی نشان دکھائے جو عام انسان کی زندگی میں محال نظر آتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ لاہور سٹیشن پر پہنچے تو مجھے یقین تھا کہ مَیں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئے۔ ٹرین بھی آئی۔ مسافر بھی سوار ہو گئے۔ اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب بالکل گاڑی چلنے ہی کو تھی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ "نور دین، نور دین" پکارتا ہوا دُور تک چلا گیا اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا کہ وہ چل کر پھر رک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا وہاں سے تین ٹکٹ لایا۔ ایک اپنا اور دو ہمارے۔ ساتھ ہی ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھلوایا اور ہم تینوں سوار ہوئے۔ ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اُس نے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ مَیں نے نسخہ لکھ دیا اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا کہ یہ کہاں تک کے ہیں اور کیا کرایہ دیا گیا ہے۔ ٹکٹ وہیں تک کے تھے جہاں ہم کو جانا تھا یعنی وزیر آباد۔ وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اُتر گیا۔ ہم وزیر آباد پہنچے۔ وہاں سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اُس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔ مَیں نے کہا کہ مجھ کو جانے کی جلدی ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا بھائی آگے اڈے پر جاتا ہے اور یکّہ کرایہ کرتا ہے۔ اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں۔ آپ کو اڈے پر پہنچ کر یکّہ تیار ملے گا۔ چنانچہ مَیں نے اس کی ماں کو دیکھا اور نسخہ لکھا۔ جب مَیں وہاں سے چلا تو اس شخص نے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیے جن کو مَیں نے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی گن لیا، معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈے پر پہنچے تو اس کا بھائی اور یکّہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکّہ والا کہتا تھا کہ دس روپیہ لوں گا اور وہ کہتا تھا کہ کم۔ مَیں نے کہا کہ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں دس روپیہ کرایہ ٹھیک ہے۔

بظاہر یوں ہی نظر آتا ہے کہ حضورؓ کو اللہ تعالیٰ طب کے ذریعے رزق دیتا تھا لیکن ایک روز آپؓ نے فرمایا کہ بیماری کا ابتلا بھی عجیب ہوتا ہے۔ اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور آمدنی کم ہو جاتی ہے اور دوسرے لوگوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ میری آمدنی کا ذریعہ بظاہر طب تھا۔ اب اس رشتہ کو بھی اس بیماری نے کاٹ دیا ہے۔ جو لوگ میرے حالات سے واقف نہیں وہ جانتے تھے کہ اس کو طب ہی کے ذریعہ روپیہ ملتا ہے مگر اب اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو بھی درمیان سے نکال دیا۔ میری بیوی نے آج مجھے کہا کہ ضروریات کے لیے روپیہ نہیں اور مجھے یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب! آپ نے کبھی بیماری کے وقت کا خیال نہیں کیا کہ بیماری ہو تو گھر میں دوسرے وقت ہی کھانے کو نہ ہو گا۔ مَیں نے اسے کہا کہ، میرا خدا ایسا نہیں کرتا۔ مَیں روپیہ تب رکھتا جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا۔..." حضرت یہ بیان کر ہی رہے تھے کہ شیخ تیمور صاحب نے کہا کہ ڈاک میں خط آیا ہے کہ ایک شخص نے 125ء روپے ذات خاص کے لیے ارسال کیے ہیں۔"

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو جو ضرورت ہو اُسی وقت پوری ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ میرے سامنے ایک آدمی آیا۔ اُس نے دو سو روپیہ بطور امانت دو سال کے لئے دیا اور کہا کہ مَیں دو سال کے بعد آکر آپ سے لے لوں گا۔ ایک شخص جس نے ایک سو روپیہ قرض مانگا ہوا تھا۔ وہ بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، آپ نے ایک سو روپیہ اُسے دے دیا اور رسید لے کر اس تھیلی میں رکھ لی اور تھیلی روپوں کی گھر بھجوا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی امانت رکھوانے والا پھر آیا اور کہا کہ میرا ارادہ بدل گیا ہے وہ روپے مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا کب جاؤ گے؟ اس نے کہا ایک گھنٹے کو۔ آپ نے فرمایا اچھا تم یکّہ وغیرہ کرو اور ایک گھنٹہ کو آکر مجھ سے روپیہ لے لینا۔ مَیں اُس وقت آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ آپؓ نے فرمایا: دیکھو! انسان پر بھروسا کرنا کیسی غلطی ہے۔ مَیں نے غلطی کی۔ خدا نے بتلا دیا کہ دیکھو! تم نے غلطی کی۔ اب دیکھو! میرا مولا کیسے میری مدد کرتا ہے۔ پھر وہ ایک سو روپیہ ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ کو مل گیا اور آپ نے اسے دے دیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد جلد سوم صفحہ 556-557)

ایک دن عبدالحی عرب صاحبؓ نے 40 روپے قرض چاہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ آج سے پندرھویں دن آکر لے لیں۔ جب وقت آیا تو اتوار کا دن تھا۔ کوئی منی آرڈر نہ پہنچا، نہ کہیں سے روپیہ آیا۔ شام کے قریب حضرت اپنا کوٹ اور واسکٹ لٹکا کر وضو کے لئے گئے۔ عبدالحی صاحب نے آپ کے کوٹ اور واسکٹ کی جیبیں دیکھیں اور خالی پائیں مگر جب آپؓ وضو کر کے واپس آئے تو کوٹ واسکٹ پہنا اور 40 روپے نکال کر عبدالحی صاحب کو دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے جس سے کوئی واقف نہیں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد جلد سوم صفحہ 556-557)

قریشی امیر احمد صاحب بھیروی کی شہادت ہے کہ ہمارے سامنے حضورؓ کی خدمت میں چھٹی رساں کتابوں کا ایک VP لایا جو سولہ روپے کا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ کتابیں مجھے پیاری ہیں اور مَیں نے بڑے شوق سے منگوائی ہیں لیکن اب ان کی قیمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میرے مولا کا میرے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ سولہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔ چنانچہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک ہندو اپنا بیمار لڑکا لے کر آیا۔ حضرت نے نسخہ لکھ دیا۔ ہندو ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چل دیا۔ آپ نے اُسی وقت سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ مَیں اپنے مولا پر قربان جاؤں کہ اُس نے تمہارے سامنے مجھے شرمندہ نہیں کیا اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری عادت ہی مانگنے کی نہیں۔ پھر ہو سکتا تھا کہ وہ صرف ایک روپیہ دیتا یا اشرفی ہی دیتا۔ مگر میرے مولا نے اسے مجبور کیا کہ **میرے نورالدین** کو سولہ روپے کی ضرورت ہے اس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی ضرور رکھو۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد صفحہ 556)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے تعلق باللہ کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ مَیں کشمیر میں دربار کو جا رہا تھا۔ یار محمد خاں ایک شخص میری اردلی میں تھا۔ اس نے راستہ میں مجھ سے کہا کہ آپ کے پاس جو یہ پشمینہ کی چادر ہے یہ ایسی ہے کہ مَیں اس کو اوڑھ کر آپ کی اردلی میں بھی نہیں چل سکتا۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ تجھ کو اگر بُری معلوم ہوتی ہے تو میرے خدا کو تجھ سے بھی زیادہ میرا خیال ہے۔

جب مَیں دربار میں گیا تو مہاراجہ نے کہا کہ آپ نے ہیضہ کی وبا میں بڑی کوشش کی ہے آپ کو تو خلعت ملنا چاہیے۔ چنانچہ ایک قیمتی خلعت دیا۔ اس میں جو چادر تھی وہ نہایت ہی قیمتی تھی۔ مَیں نے یار محمد خاں سے کہا کہ دیکھو! ہمارے خدا کو ہمارا کیسا خیال ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عشق اور محبت کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھا اسے ہر وہ احمدی جس نے آپ کے بارے میں کچھ نہ کچھ پڑھا ہو یا سنا ہو جانتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محض للہ عقدِ اخوت اور محبت کی کوئی مثال اگر دی جا سکتی ہے تو وہ حضرت مولانا حکیم نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہے۔ اقرارِ اطاعت کرنے کے بعد اگر اس کے انتہائی معیاری نمونے دکھا کر اس پر قائم رہنے کی مثال کوئی دی جا سکتی ہے تو وہ حضرت مولانا نور الدینؓ کی ہے۔ تمام دنیوی رشتوں سے بڑھ کر بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے اگر کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رشتہ جوڑا تو اس کی اعلیٰ ترین مثال حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ہے۔ خادمانہ حالت کا بے مثال نمونہ اگر کسی نے قائم کیا تو وہ حضرت حکیم الامّت مولانا نور الدینؓ نے قائم کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے عجز و انکسار میں اگر ہمیں کوئی انتہائی اعلیٰ مقام پر نظر آتا ہے تو جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اس کا بھی اعلیٰ معیار حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے قائم کیا۔''

(خطبہ جمعہ 13/ نومبر 2015ء)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✪✪✪✪